رسائل و مسائل

کیا حضرت علیؓ حق پر تھے؟

سوال۔ میں ایک مسئلہ میں آپ کی رہنمائی کا طالب ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے محرم کے ایام میں اپنی ایک تقریر میں فرمایا ہے کہ حق علیؓ کے ساتھ تھا۔ اس کا مطلب تو یہی نکلا کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آنے والے لوگ باطل پر تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ کی تین گروہوں کے ساتھ خونریز لڑائیاں ہوئیں لیکن انہوں نے حدود اللہ سے تجاوز نہ کیا اور مقابل گروہ کے افراد کو نہ تو کبھی قتل کیا اور نہ ان کے بیوی بچے لونڈی غلام بنائے۔ آخر حضرت علیؓ نے کونسی لڑائی میں فتح پائی تھی کہ وہ یہ انداز اختیار کرتے؟

حضرت علیؓ کو حضورؐ کی وفات کے بعد حکومت کی ہمیشہ خواہش رہی۔ روایات کے مطابق انہوں نے کافی عرصہ تک حضرت صدیقؓ کی بیعت نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے جب چھ آدمیوں پر مشتمل کمیٹی قائم کی تو ان میں حضرت علیؓ بھی تھے۔ باقی اصحاب تو دست بردار ہو گئے لیکن جب حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا معاملہ آیا تو عثمانؓ متفقہ طور پر خلیفہ چن لیے گئے۔ جس پر حضرت علیؓ بڑے برہم ہوئے اور مسجد سے باہر نکل گئے اور بعد میں آکر بیعت کی۔ اس کے بعد جب خود حضرت علیؓ کو خلیفہ چنا گیا تو چننے والے مدینے کے چند اصحاب ہی تھے کیا وہاں بڑے بڑے صحابہ موجود تھے؟ کیا حضرت معاویہؓ کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ ان کی خواہ مخواہ بیعت کرتے؟

اسی طرح جب حضرت حسینؓ کا وقت آیا تو سب صحابہ نے انہیں کوفہ جانے سے منع بھی کیا لیکن آپؓ نے کسی کی بات بھی نہ سنی۔ آپ ہی فرمائیں کہ ایک منظم حکومت سے مقابلہ میں

جب کہ سوائے ہلاکت کے کچھ نظر نہ آتا ہو، مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہونا کوئی دانشمندانہ اقدام ہے؟ کیا اسلام یہی تعلیم دیتا ہے۔ ایسے مواقع پر جبکہ بالکل انسان بے بس ہو کسی منظم حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو تو اس کا انجام ایسا ہی ہو گا۔

جواب:۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے جو سوالات چھیڑے ہیں ان کا مفصل جواب دوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک طویل مضمون لکھوں جس کے لیے میرے پاس وقت نہیں۔ اور مختصر جواب دوں تو وہ آپ کو مطمئن کرنے میں اس سے زیادہ ناکام ہو گا جتنی اس تقریر کی رپورٹ ناکام ہوئی ہے جس پر آپ نے یہ سوال اٹھائے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ میرے یہ خیالات معلوم کرنے کے بعد خود اس مسئلے پر مطالعہ کرتے اور اصل حقائق معلوم کرنے کی کوشش کرتے؟ آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ جیسے محتاط فقیہ کی رائے بھی یہی تھی کہ حضرت علیؓ کی جتنی لڑائیاں بھی مختلف گروہوں سے ہوئیں ان میں حق حضرت علی ہی کے ساتھ تھا۔ بلکہ جنگِ صفین میں حضرت عمار بن یاسر کی شہادت کے بعد ہی علمائے اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ فریقِ مقابل کی حیثیت باغی گروہ کی ہے، کیونکہ حضورؐ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ عمار بن یاسر کو ایک فئتہ باغیہ قتل کرے گی۔ آپ نے اس بات کو بھی فراموش کر دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیشگوئی کی رُو سے خلافت کا دَور حضورؐ کے بعد تیس سال تک تھا اور اس کے بعد ملوکیت شروع ہو گئی۔ اس اعتبار سے حضرت علیؓ کی خلافت کو خود حضورؐ کی توثیق حاصل ہے اور امیر معاویہؓ کی حکومت خلافت کے بجائے بادشاہی قرار پاتی ہے۔ آپ نے یہ بات بھی نظر انداز کر دی کہ علمائے اہلِ سنت بالاتفاق حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفۂ راشد مانتے ہیں، اس کو انہوں نے عقائدِ اہلِ سنت کی کتابوں میں ثبت کیا ہے، اور صدیوں سے منبروں پر اس کا اعلان ہو رہا ہے تاکہ شیعہ اور خوارج سے اہلِ سنت کے مسلک کا امتیاز واضح ہو۔ اس کے برعکس مجھے کسی ایک بھی قابلِ ذکر عالم کا نام معلوم نہیں ہے جس نے امیر معاویہ کو خلفائے راشدین میں شمار کیا ہو۔ آپ نے اس بات کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا کہ تمام فقہائے اہلِ سنت اپنی کتابوں میں خلفاء اربعہ کے فیصلوں کے نظائر

سے استدلال کرتے ہیں، مگر بنی امیہ میں سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے فیصلوں کے سوا انہوں نے اور کسی کے فیصلوں کا حوالہ فقہی مسائل میں نہیں دیا ہے۔ ان امور کو نگاہ میں رکھ کر آپ صحیح نقطۂ نظر سے تاریخ کا مطالعہ کیجیے اور طبقات ابن سعد، طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ مآخذِ اصلیہ کو پڑھیے۔ اس کے بعد مجھے امید ہے کہ آپ کو مجھ سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔

حضرت حسینؓ کے معاملہ میں جو ذہنی الجھنیں بعض حضرات نے دماغوں میں ڈال دی ہیں ان سب کو صاف کرنا اس خط میں میرے لیے مشکل ہے۔ کبھی فرصت ہوئی تو ایک مفصل مضمون لکھوں گا۔ سر دست صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اگر ان حضرات کا نقطۂ نظر اختیار کر لیا جائے تو مسلمانوں کی حکومت ایک دفعہ بگڑ جانے کے بعد پھر اس کی اصلاح کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر تو اسے بدلنے کی ہر تدبیر گناہ قرار پائے گی اور بگڑے ہوئے حاکموں کی اطاعت میں سر جھکا دینا صواب بن جائے گا۔ یزید کی خلافت بھی برحق ہو تو آج کے ظالم و جبار لوگ کیا برے ہیں۔ ان کے خلاف کیوں شور مچایئے۔

تصویر سے اظہارِ براءت

سوال۔ ماہ جولائی ۶۲ء کے ترجمان القرآن میں تفہیم القرآن میں تصویر کے مسئلہ کو جس خوبی سے آپ نے کتاب و سنت کی روشنی میں حل کیا ہے ایمان کی بات ہے کہ ذہن مسلمان ہو تو حق بات دل میں اتر کر رہتی ہے۔ اگر واقعی حدیث پاک کی رو سے تصویر حرام ہے تو پھر اللہ گواہ ہے کہ آپ جیسے عالمِ دین کی تصویر اخبار کے صفحات پر دیکھی جائے تو بڑا رنج ہوتا ہے۔ عموماً علمائے کرام تصویر کو ناجائز فرماتے ہیں مگر ان کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یہ بات کم از کم مجھے سمجھا دیں کہ حرام کام کرنے سے جو سزا اللہ تعالیٰ مقرر فرماتا ہے وہ کیسے ٹل سکتی ہے۔

جواب ۔ آپ شاید اس خیال میں ہیں کہ آج کل بھی کسی شخص کی تصویر اسی وقت اُتر سکتی ہے جب وہ خود کھچوائے، حالانکہ اس زمانے میں آدمی کی تصویر بالکل اسی طرح اُتاری جاتی ہے جیسے کسی شخص کو اچانک گولی ماردی جائے۔ اخبارات میں میری جو تصویریں شائع ہوئی ہیں ان میں میری مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ تصویر کے بارے میں مَیں نے اپنا مسلک شروع سے واضح کر رکھا ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی لوگ تصویر لینے سے باز نہیں آتے تو اس کی ذمہ داری ان کی گردن پر ہے اور آپ کو مجھ سے پوچھنے کے بجائے اُن سے پوچھنا چاہیے۔

لفظ نکاح کا اصل مفہوم

سوال ۔ ترجمان القرآن بابت ماہ مارچ ۶۲ء میں تفہیم القرآن کے تحت آپ نے جو احکام مستنبط فرمائے ہیں، ان میں سے پہلے ہی مسئلہ میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ "قرآن نکاح کا لفظ بول کر صرف عقد مراد لیتا ہے" یا "قرآن اسے اصطلاحاً صرف عقد کے لیے استعمال کرتا ہے"۔ یہ قاعدۂ کلیہ نہ صرف یہ کہ ہمارے ہاں کے غالب فقہی مسلک یعنی حنفیہ کے نزدیک ناقابلِ تسلیم ہے بلکہ جمہور اہلِ تفسیر کی تصریحات کے بھی منافی ہے۔ تعجب ہے کہ ایک ایسی بات جس کے حق میں شاید ہی کسی نے رائے دی ہو آپ نے قاعدۂ کلیہ کے طور پر بیان فرما دی ہے۔

جواب ۔ یہ ایک لمبی بحث ہے کہ لغت کے اعتبار سے نکاح کے معنی کیا ہیں۔ علمائے لغت میں اس امر پر بہت کچھ اختلاف ہوا ہے کہ عربی زبان میں نکاح کے اصل معنی کیا ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ لفظ وطی اور عقد کے درمیان لفظاً مشترک ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ ان دونوں میں معنًی مشترک ہے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کے اصل معنی عقد تزویج کے ہیں اور وطی کے لیے اس کو مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔ چوتھا گروہ کہتا ہے کہ اس کے اصل معنی وطی کے

ہیں اور عقد کے لیے مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن راغب اصفہانی نے پورے زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہے کہ " لفظ نکاح کے اصل معنی عقد ہی کے ہیں۔ پھر یہ لفظ استعارۃً جماع کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور یہ بات محال ہے کہ اس کے اصل معنی جماع کے ہوں اور استعارے کے طور پر اسے عقد کے لیے استعمال کیا گیا ہو"۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ جتنے الفاظ بھی جماع کے لیے عربی زبان میں، یا دنیا کی کسی دوسری زبان میں حقیقۃً وضع کیے گئے ہیں وہ سب فحش ہیں۔ کوئی شریف آدمی کسی مہذب مجلس میں ان کو زبان پر لانا بھی پسند نہیں کرتا۔ اب آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو لفظ حقیقۃً اس فعل کے لیے وضع کیا گیا ہو اُسے کوئی معاشرہ شادی بیاہ کے لیے مجاز و استعارے کے طور پر استعمال کرے۔ اس معنی کو ادا کرنے کے لیے تو دنیا کی ہر زبان میں مہذب الفاظ ہی استعمال کیے گئے ہیں نہ کہ فحش الفاظ۔

علمائے احناف بالعموم یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ یہ لفظ حقیقتاً وطی کے لیے اور مجازاً عقد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہ احناف کی متفق علیہ رائے نہیں ہے۔ بعض مشائخِ حنفیہ اس لفظ کو وطی اور عقد کے درمیان مشترک معنوی بھی قرار دیتے ہیں۔ پھر نکاح کی شرعی تعریف تو ان کے ہاں یہی ہے کہ " ھو عقد یفید ملك المتعۃ قصداً " یا " عقد وضع لتملیك منافع البضع "۔

میرے نزدیک قرآن و سنت میں نکاح ایک اصطلاحی لفظ ہے جس سے مراد لازماً عقدِ تزویج ہی ہے اور جب یہ لفظ مطلقاً استعمال ہوگا تو اس سے مراد عقد ہی لیا جائے گا اِلّا یہ کہ کوئی قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ یہاں مراد محض وطی یا عقد مع الوطی ہے۔ رہی وطی بلا عقد تو اس کے لیے لفظ نکاح کے استعمال کا جواز لغت میں تو ہو سکتا ہے لیکن قرآن و سنت میں اس کی کوئی مثال میرے علم میں نہیں ہے۔ آپ کے علم میں ہو تو پیش فرمائیں۔

[اس کے جواب میں سائل نے فقہ کی بعض کتابوں سے مفصل عبارتیں نقل کر کے بھیجیں۔ اس پر ان کو حسبِ ذیل جواب دیا گیا۔ م]

افسوس ہے کہ کسی مسئلے پر زیادہ طویل بحث کی فرصت مجھے میسر نہیں۔ تاہم میں اجمالاً

ایک بار پھر اپنے مدعا کی وضاحت کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد بھی اطمینان نہ ہو تو مضائقہ نہیں آپ اپنی رائے پر قائم رہ سکتے ہیں اور میں اپنی رائے پر۔

نکاح سے مراد عقد اور وطی بعد عقد لینے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ آیا اس سے مراد وطی بغیر عقد بھی لی جاسکتی ہے؟ اس چیز کے ماننے میں مجھے تأمل ہے، کیونکہ شرعاً اس کے لیے زنا اور سفاح وغیرہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور اس قبیح فعل پر لفظ نکاح کا اطلاق جائز تسلیم کرنے کے لیے اُن دلائل سے زیادہ قوی دلائل کی ضرورت ہے جو آپ نے نقل فرمائے ہیں۔

یہ بات بھی قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ نکاح کا لفظ اصلاً فعل مباشرت کے لیے وضع ہوا تھا اور پھر مجازاً عقد کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ فعلِ مباشرت کے لیے دنیا کی جس زبان میں بھی کوئی لفظ وضع ہوا ہے (یعنی جو استعارہ و کنایہ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ صراحۃً اسی فعل کے لیے موضوع ہے) وہ قبیح و شنیع ہے اور کسی زبان میں بھی اس کو عقد کے لیے مجازاً استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ اردو زبان میں اس فعل کے لیے جو لفظ مستعمل ہے اسے آخر کون شخص بیاہ کے لیے استعمال کرتا ہے۔

خود آپ کے پیش کردہ حوالوں سے بھی یہ ثابت ہے کہ لفظ نکاح کے اصل معنی ضم کے ہیں۔ اب کیا یہ بات ماننے کے لائق ہے کہ یہ لفظ اصلاً مجرد فعلِ مباشرت کے لیے (بلا لحاظ اس کے کہ عقد ہو یا نہ ہو) وضع ہوا تھا؟

بلاشبہ ایسی مثالیں لغت میں ملتی ہیں جن میں یہ لفظ محض مباشرت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس لفظ کا اصل مفہوم مباشرت ہے اور عقد کے لیے یہ مجازاً استعمال کیا گیا ہے۔

قرآن اور حدیث سے جو مثالیں آپ نے دی ہیں ان پر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جس کی دوسری تاویل ممکن نہ ہو۔ مثلاً میں زنا سے حرمت مصاہرت کا قائل ہوں۔ مگر میرے نزدیک قرآن کی آیت ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ "جن عورتوں سے تمہارا باپ زنا کر چکا ہو ان سے تم نہ زنا کرو اور نہ عقد" بلکہ میں اس کا مطلب یہی لیتا ہوں کہ جن عورتوں سے باپ کا نکاح ہو چکا ہو ان سے اولاد کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس سے بالتبع یہ حکم بھی نکلتا ہے کہ باپ سے جس عورت کا بھی شہوانی تعلق کسی طرح ہو گیا ہے وہ بیٹے پر حرام ہے اور بیٹے کا تعلق جس عورت سے ہو گیا ہے وہ باپ پر حرام ہے۔ ناکح الید ملعونٌ میں بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضورؐ نے استعارہ کی زبان میں استمنا بالید کرنے والے کو ایسے شخص سے تشبیہ دی ہے جو اپنے ہی ہاتھ سے بیاہ کر رہا ہے۔ ایسی ہی تاویل دوسرے نظائر کی بھی کی جا سکتی ہے۔

حقیقی توبہ

سوال - اس سے قبل میں مبتلائے کبائر تھا مگر اس کے بعد توبۂ نصوح کر لی ہے اور اب آپ کی تحریک سے متاثر ہو کر اللہ کا شکر ہے کہ ایک "شعوری مسلمان" ہو گیا ہوں لیکن دن رات اپنے اُخروی انجام سے ہراساں رہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آخرت کی بجائے دنیا ہی میں اپنے کیے کی سزا بھگت لوں مگر افسوس کہ اسلامی سزا کا قانون ہی رائج نہیں، للہ آپ میری مدد فرمائیں اور کوئی مناسب راہ متعین فرمائیں۔

جواب - اللہ تعالیٰ ہر اُس گناہ کو بخش دیتا ہے جس پر ایک مومن سچے دل سے نادم ہو کر تائب ہو اور پھر اس گناہ کا اعادہ نہ کرے۔ توبہ کے ساتھ ساتھ اگر آدمی راہِ خدا میں کچھ صدقہ بھی کرے یا اللہ کی راہ میں کوئی قربانی اس نیت سے کرے کہ اللہ اپنی رحمت سے اس کا گناہ معاف فرما دے تو یہ چیز توبہ کی قبولیت میں اور زیادہ مددگار ہوتی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی توبہ قبول فرمائے اور آپ کو استقامت بخشے۔

عورت کی عصمت و عفت کا مستقبل

سوال ۔ مارننگ نیوز (کراچی) کا ایک کٹنگ ارسال خدمت ہے۔ اس میں انگلستان کی عدالت طلاق کے ایک سابق جج سر ہربرٹ ونگٹن نے ایک مکمل بیوی کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس کٹنگ کا ترجمہ یہ ہے :

"رومن کیتھولک عدالت طلاق کے سابق جج سر ہربرٹ ولنگٹن نے اپنے ایک فیصلہ میں ایک مکمل بیوی کی چودہ خصوصیات گنائی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے : صوری کشش، عقلمندی، محبت، نرم خوئی، شفقت، خوش اطواری، جذبۂ تعاون، صبر و تحمل، غور و فکر، بے غرضی، خندہ روئی، ایثار، کام کی لگن اور وفاداری۔"

سر ہربرٹ نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ یہ تمام خصوصیات ان کی دوسری بیوی میں موجود تھیں جس سے انہوں نے اگست ۱۹۴۵ء میں اپنی بیوی کے انتقال کے بعد شادی کی تھی۔ سر ہربرٹ جنہوں نے اپنی عدالت میں سینکڑوں ناکام شادیوں کو فسخ کیا ہے، ۸۴ برس کی عمر پاکر جنوری ۱۹۶۲ء میں وفات پا گئے ہیں۔

اس کٹنگ سے واضح ہوتا ہے کہ سر ہربرٹ نے عفت یا پاکدامنی جیسی خوبی کو ان چودہ نکاتی فہرست میں برائے نام بھی داخل کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ گویا اب پاکدامنی کا شمار عورت کی خوبیوں میں نہیں کیا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایک عورت پاکدامنی کے بغیر کس طرح خاوند کی وفادار رہ سکتی ہے ؟

جواب ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا جس کے ساتھ آپ نے انگلستان کی ایک عدالتِ طلاق کے جج کی وصیت ارسال کی ہے اور مجھے اس پر اظہارِ خیال کی دعوت دی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اہلِ مغرب کے ہاں سے یہ تخیل اب قریب قریب ختم ہی ہو چکا ہے کہ پاکدامنی بھی عورت کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے۔ اختلاطِ مرد و زن کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ان کے ہاں بدکاری بڑھتی چلی گئی یہاں تک